رؤیتِ ہلال

مفتی عبدالستار حامد

رمضان المبارک اور عید الفطر مسلمانوں کی عبادات اور خوشی کے ایام ہیں اور عبادات میں اصل اطاعت وفرمانبرداری ہے، جو حکم ملے اس کی تعمیل کی جائے، اس میں کسی کی عقل ورائے کا دخل نہیں، مثلاً: نمازیں پانچ ہی فرض کیوں ہیں؟ کم وبیش میں کیا حرج ہے؟ نماز کے اوقات مخصوص کیوں ہیں؟ اپنی مرضی سے جب چاہیں نماز کیوں نہیں پڑھ سکتے؟ وغیرہ، وغیرہ۔ ان سب سوالوں کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح ہے، اس کی تعمیل ہی کا نام عبادت واطاعت ہے، اپنی رائے سے اس میں کوئی کمی بیشی یا اوقات میں تغیر وتبدل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی طرح اس بات پر غور کیجئے کہ ۲۹؍ تاریخ کو چاند ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ سامنے آئے اور آپس میں اختلاف ہوجائے تو اس کا فیصلہ محض انسانی آراء سے نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے فیصلے کا طریقہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ہی تلاش کرنا چاہئے، کیونکہ ہماری عبادت کا مدار چاند اور سورج کی حرکات یا ان کا طلوع وغروب نہیں، بلکہ عبادات کا مدار صرف حکم الٰہی اور اتباعِ سنت ہی ہے۔

ہمارے وطن عزیز مملکت خداداد پاکستان میں تقریباً ہر سال رمضان المبارک وعید الفطر کے موقع پر چاند کے ہونے یا نہ ہونے پر جو اختلاف رؤیت ہلال کمیٹی میں ہوتا ہے اور ایک ہی شہر میں دو مختلف دن روزہ رکھنے اور دو مختلف دن عید منانے سے جو اختلاف وانتشار کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، وہ تقریباً ہر سلیم الفطرت مسلمان کی طبیعت کو مکدّر کردیتی ہے اور ان دونوں یعنی رمضان المبارک کی آمد اور عید الفطر کی خوشی کے موقعوں پر جو مزہ کرکرا ہوتا ہے، اس سے ہر آدمی، ہر پاکستانی واقف ہے۔ اور یہ تکلیف دہ صورتحال اس وقت مزید گھمبیر ہوجاتی ہے جب اس قسم کا کوئی مذہبی یا خالص فنی مسئلہ اہلِ علم اور ماہرین کے درمیان زیرِ بحث ہو اور ان چیزوں سے ناواقف لوگ میڈیا یا اخبارات وغیرہ میں اپنی اپنی قیاس آرائیاں شروع کردیں۔ اس طرزِ عمل سے ایک اچھا خاصا ماحول خراب ہوجاتا ہے اور ہم غیروں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضور ﷺ رمضان المبارک اور رمضان کے چاند دیکھنے کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ اور شعبان کے چاند کے بارے میں تاکید فرمائی کہ رمضان کے چاند کی درستگی کے لیے شعبان کے چاند کو اچھی طرح اہتمام کے ساتھ دیکھو، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’ أُحصوا اهلالَ شعبانَ لرمضانَ ‘‘۔ (سنن ترمذی، جلد اول، ص: ۱۴۸)

۱: ......مہینہ شروع ہونے کے لیے چاند دیکھنا ضروری ہے:

رؤیتِ ہلال کے ثبوت کے لیے فطری آنکھ سے چاند کا دیکھا جانا ضروری ہے، خواہ دوربین کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔ سائنسی وفلکیاتی اعتبار سے نئے مہینے کے چاند کا صرف وجود، یعنی اس کا پیدا ہونا نئے اسلامی وقمری ماہ کو شروع کرنے کے لیے ضروری وکافی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

’’جب تم چاند کو دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب تم چاند کو دیکھ لو تو روزہ چھوڑ دو اور اگر چاند تم پر چھپ جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو‘‘۔ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۲۵۶)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

’’اور جب تم ہلال (پہلی کا چاند) کو دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم (عید کا چاند) دیکھو تو روزہ چھوڑ دو‘‘۔ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۲۵۵)

ان واضح احکامات میں حضور ﷺ نے چاند کے آنکھ سے دیکھے جانے کا اعتبار کیا اور چاند کے چھپنے کی صورت میں تیس دن مکمل کرنے کا حکم دیا، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ اگر چاند چھپ جائے تو حساب دانوں سے یا فلکیاتی اداروں سے پوچھ لو۔ گویا آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق چاند کے شہود (دیکھنے) کا اعتبار ہوگا، صرف وجود کا نہیں۔

۲: ...... چاند کا غروب سورج کے بعد ہوتا ہے:

جب ہم رمضان المبارک یا عید کا چاند دیکھتے ہیں تو ہوتا یہ ہے کہ مغربی اُفق پر پہلے سورج غروب ہوتا ہے، پھر چاند آہستہ آہستہ غروب ہو جاتا ہے۔ تو یہ معلوم ہوا کہ سورج پہلے غروب ہوتا ہے اور اس کے بعد چاند، یعنی ہم چاند کو اس دن غروب ہونے سے پہلے پہلے دیکھتے ہیں، دوسرے دن یہ چاند مزید موٹا اور دیر سے غروب ہوتا ہے، حتیٰ کہ چودھویں تاریخ کو دیکھتے ہیں کہ ادھر مغرب میں سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف مشرقی اُفق سے اپنی پوری آب وتاب سے چاند چمکتا ہوا اُبھرنے لگتا ہے۔

۳: ...... ولادتِ قمر:

زمین، چاند اور سورج جب ایک لائن میں آجاتے ہیں تو اس کو ’’محاق‘‘، ’’اجتماعِ شمس و قمر‘‘ یا ’’ولادتِ قمر‘‘ یا فلکیاتی اصطلاح میں ’’New Moon‘‘ کہتے ہیں۔ اس لمحہ چاند کا تاریک

حصہ ہماری زمین کی طرف ہوتا ہے اور روشن و چمکدار حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے، اس کے بعد جیسے ہی چانداس سیدھ سے نکلتا ہے تو ماہرین فلکیات اس کو ’’New Moon‘‘ کہتے ہیں اور اس کو نیا چاند شمار کرلیتے ہیں ۔ اس لمحہ چاند کے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ساری دنیا کے ماہرین فلکیات اسی لمحہ سے چاند کے مہینے اور اس کی گردش کا حساب شروع کرتے ہیں، اسی وجہ سے اُسے ’’ولادتِ قمر‘‘ یا ’’New Moon‘‘ کہتے ہیں۔ یہ کیفیت دن رات کے کسی لمحہ بھی ہوسکتی ہے۔ یاد رہے کہ چاند کی پہلی تاریخ کا ’’اسلامی ہلال‘‘ (NEW MooN) اور چیز ہے، جس سے مسلمانوں کے قمری ماہ کی ابتداء ہوتی ہے، جس کے لیے رؤیت ضروری ہے اور یہ رؤیت اس ’’New Moon‘‘ کے تقریباً ۲۲، ۲۴ گھنٹے کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے۔

۴:......شرعی اعتبار سے چاند کی رؤیت کا مدار:

شریعت نے رؤیتِ ہلال کے معاملے میں ریاضی کے حسابات کے بجائے آنکھوں کی رؤیت کو مدار بنایا ہے۔ اس کا اہم فائدہ یہ ہے کہ اس پر عمل آسان اور ہر خاص و عام کے لیے ممکن ہے، کیونکہ دینِ اسلام پوری انسانیت کے لیے ہے اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد گاؤں، دیہاتوں اور قصبوں میں رہنے والے ہیں، ان سب کو ریاضی کے حسابات کا مکلّف بنانا ان کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتا ہے، لہٰذا جب چاند اپنی فطری آنکھ سے نظر آئے تو اس کی رؤیت کا فیصلہ کیا جائے گا، ورنہ نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

> ’’مہینہ ۲۹ ر راتوں کا ہوتا ہے، پس تم روزہ مت رکھو جب تک کہ اس (ہلال) کو دیکھ نہ لو، پس اگر وہ تم پر چھپ جائے تو ۳۰ دن کی گنتی پوری کرلو۔‘‘ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۲۵۶)

چاند چھپ جانے کے لیے ’’غُمَّ‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے، یعنی جس چیز کا وجود تو ہو مگر نظر سے اُوجھل ہوجائے، اس کو پوشیدہ یا ’’غُمَّ‘‘ کہا جاتا ہے، یعنی ہے مگر نظر سے اُوجھل ہے۔ اس صورت میں صریح حکم ہے کہ تیس روزے پورے کرو۔

۵:...... چاند نظر نہ آنے کی وجوہات:

رؤیتِ ہلال کے معاملے میں اس کیفیت کے پیدا ہونے کے بہت سے قدرتی و فلکیاتی عوامل ہیں:

۱- چاند کی عمر کم ہونا:

’’New Moon‘‘ کے ٹائم سے بیس گھنٹے سے کم عمر کا چاند عموماً بہترین کیفیات میں بھی نظر نہیں آتا۔ ۳۰ گھنٹے کا چاند عموماً آسانی سے نظر آجاتا ہے۔ ۲۰ سے ۳۰ گھنٹوں کے درمیانی عمر کا

چاند کبھی نظر آجاتا ہے اور کبھی نہیں۔

۲- چاند کا سورج سے زاویائی فاصلہ:

اگر چاند کی سورج سے دوری بارہ ڈگری سے کم ہو تو وہ سورج کی تیز شعاعوں کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ ہاں! جب چاند سورج سے تقریباً بارہ ڈگری دور ہو جائے تو سورج کی تیز شعاعوں سے باہر نکل جاتا ہے اور بغیر دوربین کے فطری آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے اور چاند کا تقریباً سات فیصد روشن حصہ ہمارے سامنے آجاتا ہے، جس کو ہم ''ہلال'' یا پہلی کا چاند کہتے ہیں۔ جو چاند کے قطر (Diameter) ۳۴۷۶Km کے اعتبار سے تقریباً ۲۴۳ km موٹا چاند بنتا ہے۔

۳-سورج کا اُفق سے نیچے ہونا:

چاند دکھائی دینے کے لیے ضروری ہے کہ سورج زمین سے تقریباً ۵ ڈگری نیچے جا چکا ہو اور اس کی تیز شعاعیں کچھ کم ہو گئی ہوں، اس کا اندازہ تقریباً ۱۵ سے ۲۰ منٹ ہے، یہ اس لیے کہ سورج ڈوبنے کے فوراً بعد سورج کی تیز شعاعوں (شفق احمر) کی روشنی میں پہلی کا چاند نظر نہیں آتا۔

۴- چاند کا ارتفاع:

سورج غروب ہونے کے بعد چاند زمین سے اتنا اونچا ہو کہ اہل زمین کو نظر آجائے۔ اگر سورج ڈوبنے سے پہلے چاند ڈوب گیا یا بعد میں ڈوبا، لیکن بہت کم اونچا رہا تو اتنا باریک ''ہلال'' زمین والوں کو نظر نہیں آئے گا، لہٰذا پہلے دن چاند نظر آنے کے لیے اس کی زمین سے اونچائی ۱۰ ڈگری ہونا ضروری ہے۔

۵-مطلع کی کیفیت:

مطلع صاف و شفاف ہو، اَبر آلود اور گرد آلود نہ ہو۔

۶- فضا صاف ہو:

طوفان اور بادوباراں نہ ہو، زیادہ گرمی نہ ہو، ورنہ زمین کی تپش اور ہیٹ (Heat) کی جو لہریں اُٹھتی ہیں وہ چاند دیکھنے میں مانع ہوتی ہیں۔ زیادہ سردی بھی نہ ہو، ورنہ دھند میں چاند صاف نظر نہیں آئے گا۔ فضا میں زیادہ نمی اور زیادہ خشکی بھی نہ ہو۔ یہ حالات بھی رؤیتِ ہلال کے لیے کم سازگار ہوتے ہیں۔

۷- مقامِ مشاہدہ کا محل وقوع:

خط استوا سے کم طول بلد اور کم عرض بلد والے شہروں میں چاند جلدی نظر آجائے گا اور جن شہروں میں سورج دیر سے غروب ہوگا، وہاں چاند دکھائی دیئے جانے کے امکانات زیادہ ہوں گے،

مثلاً: پاکستان کے مطلع پر چاند نظر نہیں آیا، لیکن جب سورج سعودی عرب کے مطلع میں پاکستان سے۲ر گھنٹے کے بعد غروب ہوگا، اسی تاریخ کو وہاں چاند نظر آنا ممکن ہوگا، کیونکہ چاند کی عمر بھی دو گھنٹہ زیادہ ہوگئی اور ان دو گھنٹوں میں وہ سعودی عرب کے مطلع میں سورج سے زیادہ دور بھی ہوگیا اور ان دو گھنٹوں میں چاند کا ارتفاعی زاویہ بھی بڑھ گیا۔ان وجوہات کی بناء پرسعودی عرب میں چاند پاکستان سے پہلے نظر آجاتا ہے۔ چناں چہ ایسا ممکن ہے کہ ایک ہی تاریخ اور ایک ہی دن چاند پاکستان میں نظر نہ آئے اور سعودی عرب میں نظر آجائے۔

۶......اختلافِ مطالع

رؤیتِ ہلال کے معاملہ میں ایک اہم سوال اختلافِ مطالع کا بھی سامنے آتا ہے۔سورج اور چاند دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں تو موجود رہتے ہیں، سورج ایک جگہ طلوع ہورہا ہوتا ہے تو دوسری جگہ غروب، کہیں نصف النہار ہوتا ہے تو کہیں وقت عشاء، اسی طرح چاند ایک جگہ ہلال کی صورت میں ہے تو دوسری جگہ تربیع کی شکل میں اور کہیں پورا چاند بن کر چمک رہا ہوتا ہے۔ جب صورتحال یہی ہے تو اگر ایک جگہ کے لوگ کسی مہینے کا چاند دیکھ لیں تو ایسے شہروں میں جہاں ابھی چاند نظر نہیں آیا تو کیا ان شہروں میں بھی اس چاند کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام کے مختلف اقوال منقول ہیں اور اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ اختلاف مطالع دنیا میں موجود نہیں، بلکہ بحث اس میں ہے کہ اس اختلاف مطالع کا شرعی احکام میں اعتبار کیا جائے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہائے امت اور علمائے کرام کے تین مسلک ہوگئے:

ایک: یہ کہ اختلاف مطالع کا ہر جگہ ہر حال میں اعتبار کیا جائے۔

دوسرا: یہ کہ اختلاف مطالع کا کسی حال میں بھی اعتبار نہ کیا جائے۔

تیسرا: یہ کہ بلادِ بعیدہ میں اعتبار کیا جائے اور بلادِ قریبہ میں اعتبار نہ کیا جائے۔

اور عجیب اتفاق ہے کہ یہ تینوں طرح کا اختلاف فقہائے امت، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں فقہ کے فقہاء میں موجود ہے، فرق صرف قلت وکثرت کا ہے۔

اس اختلاف کی وضاحت:

اختلاف مطالع کا اگر ہر جگہ اور ہر شہر میں اعتبار کیا جائے تو پھر ایک ہی ملک میں ۲ یا ۳ مختلف دنوں میں روزہ ہوگا اور مختلف دنوں میں کئی عیدیں ہوں گی، یہ بھی تکلیف وانتشار کا باعث ہے اور اگر اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو پھر کسی ایک جگہ کے چاند کو پوری دنیا پر لاگو کرنا لازم آئے گا، چاہے ان لوگوں نے چاند دیکھا بھی نہ ہو، یہ بھی شرعی احکامات اور صریح حدیث نبوی کہ: ’’چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو‘‘ کی کھلی خلاف ورزی ہے اور اس میں یہ نقصان

بھی ہے کہ کبھی مہینہ گھٹ کر اٹھائیس یا ستائیس دن کا ہوجائے اور ایسے ہی کبھی مہینہ بڑھ کر اکتیس یا بتیس دن کا ہوجائے، جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اور بلاد قریبہ وبعیدہ کی تعریف کا کیا معیار ہوگا؟ اس کی وضاحت کتب فقہ میں مذکور نہیں۔ البتہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اس کا یہ معیار تجویز فرمایا ہے کہ جو بلاد اتنی دور ہوں کہ اگر ان کے اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں تو ۲/دن کا فرق پڑ جائے تو وہاں اختلاف مطالع معتبر ہوگا، یعنی ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لیے کافی نہ ہوگی، کیونکہ اگر ایسے بلاد بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں تو مہینہ اٹھائیس یا اکتیس دن کا ہوسکتا ہے جو کہ خلاف شرع ہے۔ اور وہ بلاد قریبہ جہاں دو دن سے کم یعنی ایک دن کا فرق ہو، وہاں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہوگا، ایسی صورت میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لیے کافی ہوسکتی ہے۔ ایک ہی ملک میں مختلف شہروں کے لوگ اگر اپنے اپنے چاند کے اعتبار سے الگ الگ روزہ رکھنے اور عید منانے پر اصرار کریں تو ملک میں افتراق وانتشار کی فضاء پیدا ہوجائے گی۔

نیز آج کل ہوائی جہاز اور کمپیوٹر نے ساری دنیا کے مشرق ومغرب کو ایک کرڈالا ہے، ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا کوئی قضیہ فرضیہ نہیں رہا، بلکہ حقیقت اور روزمرہ کا معمول بن گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اگر مشرق کی شہادت مغرب میں اور مغرب کی شہادت مشرق میں حجت مانی جائے تو کسی جگہ مہینہ اٹھائیس دن کا اور کسی جگہ اکتیس دن کا ہونا لازم آئے گا جو کہ شرعاً غلط ہے، لہٰذا اس لیے ایسے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینے کے دنوں میں کمی بیشی کا امکان ہو تو اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا ہی ناگزیر اور مسلک حنفیہ کے عین مطابق ہوگا۔

متأخرین حنفیہ نے ''تبیین الحقائق'' و''بدائع الصنائع'' میں اس قول پر فتویٰ دیا ہے کہ بلاد بعیدہ میں ہمارے نزدیک بھی اختلاف مطالع معتبر ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی تحقیق ''رؤیت ہلال'' میں اس کو نقل کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی رائے بھی یہی تھی۔ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ بمطابق ستمبر ۱۹۵۴ء مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں ''مسئلہ رؤیتِ ہلال'' سے متعلق جملہ مسائل پر پاکستان بھر کے مفتیان کرام کا اجلاس بلایا گیا تھا، جس میں ''رؤیت ہلال'' سے متعلق بہت سارے پیچیدہ امور کے اہم فیصلے کیے گئے تھے، لیکن حکومتی سطح پر معاملہ جوں کا توں چلتا رہا۔ پھر حضرت مفتی محمد شفیعؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ محمد یوسف بنوریؒ اور مفتی رشید احمدؒ نے شوال ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۹۶۶ء میں پورے ملک میں اختلافِ مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر پورے ملک میں ایک رؤیت ہلال کو تسلیم کرکے اس کے تنفیذِ حکم کے لیے چند تجاویز حکومت کو بھیجی تھیں۔

فائدہ:

جس طرح انتظامی طور پر پورے ملک پاکستان کا معیاری ایک طول بلد ۷۵% ڈگری سے رائج ہے اور ہم اپنی روزمرہ زندگی میں اس سے کام لیتے ہیں اور ہم اپنے اپنے مقامی وقتوں کو نظر انداز کردیتے ہیں، بلکہ اکثریت کو اس کا پتا بھی نہیں اور اس سے ہمیں کسی قسم کی کوئی پریشانی یا الجھن پیش نہیں آتی، بلکہ سہولت اسی ایک معیاری رائج وقت میں ہے تو اسی طرح سہولت وآسانی کے لیے اگر پورے ملک میں اتفاق واتحاد کی خاطر ایک جگہ کی صحیح شرعی رؤیت کو مان کر اُسے پورے ملک میں نافذ کردیا جائے، اختلاف مطالع کے فقہی اختلاف کو ایک ہی ملک کے تمام مختلف شہروں میں تسلیم نہ کیا جائے، بلکہ دو مختلف ملکوں کے مابین تسلیم کرلیا جائے تو اس سے تمام فقہی اقوال پر کسی نہ کسی درجہ میں عمل ہو جائے گا اور لوگ بھی پریشانی والجھن اور افتراق وانتشار سے بچتے ہوئے آسانی وسہولت کے ساتھ شرعی احکامات پر عمل پیرا ہوسکیں گے اور رمضان المبارک کی حقیقی عبادات اور عید کی سچی خوشیوں سے لطف اندوز ہوسکیں گے۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوسکتی ہے کہ فقہائے کرام کی عبارات ''**لأهل كل بلد رؤية ولكل أهل بلد رؤيتهم**'' میں اگر غور وفکر سے کام لیں اور لفظ ''بلد'' کی تحقیق کریں تو ''**تاج العروس**'' اور ''**لسان العرب**'' کے حوالے سے یہ وضاحت سامنے آتی ہے کہ ''البلد'' اگر بغیر تاءِ تانیث کے ہو تو اس سے مراد جنس مکان یعنی اقلیم وملک ہوتا ہے، جیسے ''عراق وشام'' اور اگر ''البلدة'' تاءِ تانیث کے ساتھ ہو تو اس سے خاص شہر مراد ہوتا ہے، جیسے بصرہ ودمشق۔ پھر اس شبہ کا بھی ازالہ کردیا کہ ''البلد'' کا لفظ مکہ مکرمہ کے لیے قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، حالانکہ وہ ملک نہیں، بلکہ ایک شہر ہے، اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ مکہ شہر ہے، لیکن اس کی عظمت شان کی وجہ سے اُسے ''البلد'' کہا گیا ہے، گویا کہ یہ ایک شہر نہیں، بلکہ پوری ایک اقلیم اور پورا ملک ہے۔ اس وضاحت سے اگر ہم مختلف شہروں کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں اور متفرق شہروں کے مجموعہ یعنی ایک ملک میں ایک ہی روزہ اور ایک ہی دن عید کا اہتمام کرلیں اور مختلف ملکوں کے درمیان اختلاف مطالع کو باقی رکھ کر ہر ملک کی اپنی رؤیت کا اعتبار کرلیں تو اس سے بھی کافی حد تک فقہاء کرام کی منشأ ومراد پر عمل ہوسکتا ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جب کسی ملک کا حاکم یا اس کا مقرر کردہ شخص رمضان المبارک یا عید کے چاند کا اعلان کردے تو اس اعلان کی پابندی ضروری ولازمی ہو جاتی ہے اور جو شخص اس اعلان کی خلاف ورزی کرتا ہے، وہ گناہ گار اور امت میں افتراق وانتشار پھیلانے والا شمار ہوتا ہے۔

☆☆☆